کشف الاسرار وعُدۃ الابرار

کبیر احمد جائسی۔ ایکس ڈائریکٹر
انسٹی ٹیوٹ آف اسلامک اسٹڈیز
علی گڑھ مسلم یونیورسٹی ہندوستان

یہ تفسیر چھٹی صدی ہجری کے اوائل (۵۲۰ھ) میں لکھی گئی تھی۔ کہتے ہیں کہ اس کا شمار اپنے زمانے کی مشہور ترین تصنیفوں میں ہوتا تھا اس وجہ سے اس کے متعدد مکمل اور نامکمل مخطوطے دنیا کے مختلف کتابخانوں میں محفوظ رہ گئے تھے۔ قدرت نے اس کے زیور طبع سے آراستہ ہونے کے زمانہ چودھویں صدی ہجری مقرر کر رکھا تھا اور اب سے نصف صدی پہلے کے ایران کے مشہور دانشور' ماہر تعلیم' وزیر و سفارتکار ڈاکٹر علی اصغر حکمت کے لئے یہ شرف مخصوص کر رکھا تھا کہ یہ کام ان کے ہاتھوں انجام پائے چنانچہ انہوں نے ۱۹۵۲ء (۱۳۲۱ھ ش) میں اس تفسیر کی پہلی جلد تہران یونیورسٹی کی طرف سے شائع کروائی جو بڑی تقطیع کے ۸۰۶ صفحات پر مشتمل ہے اس جلد میں صرف سورہ فاتحہ و سورہ بقرہ کی تفسیر ہے۔ اردوداں طبقہ کشف الاسرار کے نام اور جستہ جستہ فارسی عبارتوں سے پروفیسر نذیر احمد صاحب کے مقالے "حکیم سنائی غزنوی کی مقبولیت خود اپنے زمانے میں" کے ذریعے آشنا ہوا جو ۱۹۸۸ء کے مجلّہ علوم اسلامیہ علی گڑھ میں اصل کتاب کی اشاعت کے چھتیس برسوں کے بعد شائع ہوا تھا۔ پروفیسر نذیر احمد صاحب کے مذکورہ مقالے کی اشاعت کے دس سالوں کے بعد اب اس کے متن کا ایک تحلیلی مطالعہ پیش کیا جارہا ہے۔

بے محل نہ ہوگا اگر یہاں اس بات کی طرف اشارہ کردیا جائے کہ ڈاکٹر علی اصغر حکمت نے مکمل تفسیر کو دس جلدوں میں مرتب کیا ہے جو ساری کی ساری تہران یونیورسٹی سے شائع ہو چکی ہیں افسوس ہے کہ ساری جلدوں کا حاصل مطالعہ پیش کرنا ہمارے لئے ممکن نہیں ہے۔ اس مقالے میں جو کچھ عرض کیا جارہا ہے وہ صرف پہلی جلد کا حاصل مطالعہ ہے۔

کشف الاسرار وعدۃ الابرار کے متعدد مخطوطوں کے مطالعے کے بعد ڈاکٹر علی اصغر حکمت نے اس تفسیر کے مصنف کا پورا نام اور لقب، جو کسی مخطوطے کے سرورق سے نقل ہوگا، یوں تحریر کیا ہے "امام السعید رشید الدین ابی الفضل بن ابی سعید احمد بن محمد بن محمود المیبدی"، لیکن ڈاکٹر سید حسن سادات ناصری اور منوچہر دانش پژوہ نے اپنی مشترکہ تالیف "ہزار سال تفسیر فارسی (۱)" میں "شیخ الاسلام ابو الفضل احمد بن ابی سعد بن محمد بن احمد مہریزمیبدی" تحریر کیا ہے۔ ان دونوں ناموں میں جو فرق ہے اس کے بارے میں کہا نہیں جاسکتا کہ غلطی کس سے اور کہاں ہوئی کیونکہ کشف الاسرار کے مقدمہ اور "میریزد سال تفسیر فارسی" دونوں میں اپنے اپنے ماخذ کی نشاندہی نہیں کی گئی ہے۔ ایک سوال اور بھی پیدا ہوتا ہے یہ "مہریزد" کا لفظ کس کے لئے استعمال ہوا ہے؟ شیخ الامام ابو الفضل احمد (علی اصغر حکمت کے امام السعید رشید الدین ابی الفضل) کے لئے (یا محمد بن احمد دین کو علی اصغر حکمت محمد بن محمود قرار دیتے ہیں) کے لئے اگر آخر الذکر کے لئے یہ لفظ استعمال کیا گیا ہے تو اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ مفسر کے پردادا، عالم فاضل بزرگ تھے جن کو ان کے دیار کے لوگ مہریزد (یزد کا سورج) کہا کرتے تھے۔ اگر یہ لفظ خود مفسر کے لئے استعمال ہوا ہے تو اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ ان کی اپنی زندگی ہی میں یا انتقال کے معاًبعد اتنی مقبولیت حاصل ہو چکی تھی کی بجائے "میبد کا سورج" کہنے کے لوگ ان کو "یزد کا سورج" کہنے لگے تھے۔ یاد رہے کہ میبد آج بھی ضلع یزد کا ایک پس ماندہ گاؤں ہے مگر صاحب کشف الاسرار عدۃ الابرار کا مولد و مسکن ہونے کی وجہ سے علمی دنیا میں "اصفہان" و "شیراز" "ری" سے کسی طرح کم مشہور نہیں ہے۔

نامناسب نہ ہوگا اگر یہاں "خلاصہ تفسیر ادبی وعرفانی قرآن مجید، از کشف الاسرار دہ جلدی، اثر خواجہ عبداللہ انصاری" کا بھی ذکر کر دیا جائے جس کو جناب حبیب اللہ آموزگار نے دو جلدوں (جلد اول ۵۸۳ صفحات جلد دوم ۶۷۱ صفحات، مجموعی صفحات ۱۲۵۴) میں انتشارات اقبال سے شائع کروایا ہے جس کی چھٹی طباعت ۱۳۶۸ھ ش (۹۰-۱۹۸۹ء) میں منظر عام پر آئی تھی اور یہی اشاعت اس وقت ہمارے پیش نظر ہے۔ اس خلاصہ کے مقدمہ میں حبیب اللہ آموزگار صاحب نے بھی دوسروں کی آراء کی ہم نوائی کرتے ہوئے تحریر کیا ہے کہ "اصل آن از خواجہ عبداللہ انصاری و شرح تفصیل آن از امام رشید الدین احمد بن محمود میبدی است" (۲) ہم آگے کی سطروں میں اس بات کو سمجھنے کی کوشش کریں گے کہ کشف الاسرار وعدۃ الابرار کے نام سے جو متن ہمارے سامنے ہے اس میں کتنا حصہ خواجہ عبداللہ انصاری کا ہے اور کتنا رشید الدین احمد بن محمود میبدی کا؟ اس وقت ہم ان چند الفاظ کو یہاں نقل کر رہے ہیں جو پانچویں اور چھٹی صدی ہجری کی فارسی زبان میں مستعمل تھے اور اب متروک ہو کر تاریخ کے صفحات میں گم ہو کر رہ گئے ہیں ان الفاظ کا استعمال میبدی کی تحریر میں ہوا ہے۔ جناب حبیب اللہ آموزگار نے اپنے خلاصے میں بڑی مختصر سی فہرست شائع کی ہے جس کو ہم یہاں من وعن نقل کرتے ہیں۔

ارادی: سپاس گزاری، افسوس: مسخرہ، اوکندن: افگندن، بند در: دربند، بیوسیدن: امید داشتن، توقع داشتن، پائیدن: نگاہ داشتن، پشتی داشتن: توکل کردن، پاسیدن: ہم بستری بازن کردبمس کردن، تاوستن: ایستادگی کردن، تاوش: تابش، تاوند سخت توانا، توی در توی: دو چند از، در واخ: تن درستی، بہبودی، دست باز داشتن: زن را طلاق دادن، سندن: گرفتن، ستردن: نابود و محو کردن، ستحیدن: لج کردن، سوریان: سود و زیان، کاویں: مہرہ کابین، کفتن: شکافتن و گرفتن، گوشوان: نگہبان، گوشیدن: حفظ کردن، فاناد امستدن: ایستادن: درنگ کردن، ور: بر، یاویدن: احاطہ، یازیدن: کشیدن، پالیدن: جنگ کردن۔

زیر نظر تفسیر کو ایک مدت دراز تک خواجہ عبداللہ انصاری کی تحریر کردہ تفسیر سمجھا جاتا رہا ہے۔ اس غلط فہمی کو عام کرنے کی ذمہ داری خود صاحب کشف الاسرار وعدۃ الابرار پر عائد ہوتی ہے جنہوں نے اس کتاب کے شروع ہی میں اس بات کا اعلان فرمادیا ہے کہ ان کی تحریر کردہ تفسیر خواجہ عبداللہ انصاری کی تفسیر سے مستفاد ہے۔

خواجہ عبداللہ انصاری (۳۹۶ھ۔۱۰۰۴ء، ۴۸۱ھ۔۱۰۸۸ء) جو پیر ہرات کے نام سے مشہور ہیں پانچویں صدی ہجری کے انتہائی مشہور و مقبول صوفی، عالم اور ادیب تھے۔ ان کو عربی اور فارسی دونوں زبانوں پر یکساں قدرت حاصل تھی یاد رہے کہ ان کی مادری زبان ہروی تھی انہوں نے عربی زبان کی مشہور کتاب طبقات الصوفیہ کا اسی زبان یا بولی میں ترجمہ کیا تھا۔ ان کے اکثر آثار دستبرد زمانہ سے محفوظ ہیں مگر ان کی تحریر کردہ تفسیر کا ایک ورق بھی محفوظ نہیں ہے۔ حتی کہ ان کی تفسیر کے اقتباسات یقینی طور پر دوسری تفسیروں میں بھی تلاش نہیں کئے جا سکتے۔ ہماری محدود نظر جہاں تک جا سکی ہے خواجہ عبداللہ انصاری کے ایک بھی تذکرہ نگار نے اس بات کی صراحت نہیں کی کہ ان کی تفسیر عربی زبان میں لکھی گئی تھی یا فارسی زبان میں خود کشف الاسرار میں اس طرح کی کوئی صراحت نہیں ہے۔ علاوہ بر این احمد بن محمود میبدی نے اپنے آغاز کلام میں لکھا ہے کہ خواجہ عبداللہ انصاری کی تحریر کردہ تفسیر ایجاز واختصار کا اعجاز تھی اس لئے انہوں نے عبداللہ انصاری کے افکار و خیالات کو اپنی تفسیر کے ذریعے کھولنے کی کوشش کی ہے۔ جیسا کہ پہلے لکھا جا چکا ہے خواجہ عبداللہ انصاری کی تفسیر کا ہر ہر ورق برباد ہو چکا ہے اس لئے ہمارے لئے یہ حتمی فیصلہ کرنا دشوار ہے کہ رشید الدین احمد بن محمود میبدی کی تفسیر میں کس حد تک خواجہ عبداللہ احرار کے افکار و خیالات ان کے الفاظ یا رشید الدین احمد بن محمود میبدی کے الفاظ میں محفوظ و موجود ہیں۔ صرف وہ مقامات جہاں پر خواجہ عبداللہ انصاری کا صراحتا نام لیا گیا ہے ان کے قلم سے نکلے الفاظ پر مشتمل ہو سکتے ہیں۔ ان مقامات کے علاوہ بقیہ ساری کی ساری تحریر رشید الدین احمد بن محمو

میبدی کی معلوم ہوتی ہے۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ میبدی نے جہاں جہاں خواجہ عبداللہ انصاری کا حوالہ دیتے ہوئے کوئی بات لکھی ہے ان سب اجزا کو کشف الاسرار سے الگ کر لیا جائے اور پھر ان کا موزانہ و مقابلہ ان کے دست برد زمانہ سے محفوظ رسائل مثلاً مناجات نامہ' نصائح' قلندر نامہ اور الٰہی نامہ وغیرہ سے کر کے دیکھا جائے کہ میبدی نے کس حد تک اور کہاں کہاں سے خواجہ عبداللہ انصاری کی تحریروں سے استفادہ کیا ہے۔ یہ مطالعہ بہت دلچسپ اور مفید نتائج کا حامل ہوگا۔ کاش کسی صاحب قلم عالم کا دھیان اس طرف مبذول ہوتا۔

زیرِ نظر تفسیر کا مطالعہ کرتے وقت بعض مقامات پر تو شبہ ہونے لگتا ہے کہ میبدی نے محض تبرکاً خواجہ عبداللہ انصاری کا نام لیا ہے۔ ورنہ اصلاً تفسیر ان ہی کا شاہکار تھی تو دوسری طرف میبدی کی تفسیر ''اطناب'' کا شاہکار ہے۔ انہوں نے ایک آیت کی تفسیر تین نوبتوں میں لکھی ہے۔ جس کو وہ نوبت اول سے موسوم کرتے ہیں اس میں کلام پاک کی آیت کے چھوٹے چھوٹے فقرے اور ان کا فارسی ترجمہ درج کیا گیا ہے اور اپنی طرف سے کوئی بات نہیں کہی گئی ہے۔ نوبت دوم میں اس آیت کی واقعی ''تفسیر'' ہے اور نوبت سوم میں آیت زیرِ بحث کی متصوفانہ توجیہ و تاویل و تشریح ہے اور اس نوبت میں خواجہ عبداللہ انصاری کا بار بار حوالہ دیا گیا ہے۔ ایک ایک آیت کا تین تین انداز سے مطالعہ کرنے کی وجہ سے کبھی کبھی ایک آیت کی ''تفسیر'' پندرہ شائع شدہ صفحات میں سما سکی ہے جس کی وجہ سے ایک عام آدمی کے لئے اس تفسیر سے استفادہ کرنا کوئی خوش کن عمل نہیں ہوتا۔ علاوہ براین رشید الدین احمد بن محمود میبدی کی زبان کا سمجھنا بھی صرف فارسی زبان جاننے والوں کے بس کی بات نہیں ہے۔ اگرچہ انہوں نے یہ تفسیر ۵۲۰ھ میں مکمل کی تھی اور اس وقت تک ''خالص فارسی'' نویسی کا آغاز ہو چکا تھا مگر میبدی کی تحریر اتنی عربی آمیز ہے کہ صرف فارسی زبان جاننے والا اس کو سمجھنے سے قاصر ہے رشید الدین احمد بن محمود میبدی نے نوبت دوم میں خاص طور سے اتنے بڑے بڑے عربی کے ٹکڑے بغیر ترجمے کے نقل کر دیئے ہیں کہ جب تک آدمی عربی زبان سے واقف نہ ہو اس کو نہ سمجھ سکے گا۔(۳) اس تفسیر کا یہی ''وصف'' اس کے علمی پایہ کو ''بلند'' بھی کرتا ہے اور یہی اس کا ''نقص'' بھی قرار پاتا ہے۔

باوجود اس کے کہ میبدی کی تحریر کردہ تفسیر عمیق علمیت سے گرانبار ہے اور اس سے استفادہ کرنا ہر پڑھے لکھے شخص کے بس کی بات نہیں ہے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ عالموں کی محفلوں میں اس کو مقبولیت حاصل رہی ہے ۵۲۰ھ کی تحریر کردہ اس تفسیر کو جب چودھویں صدی ہجری میں مرتب کیا گیا تو صرف فرد واحد کی کوششوں سے اس کو نو مکمل اور نامکمل مخطوطے دریافت ہوئے جو ترکی' افغانستان اور ایران کے کتابخانوں میں محفوظ تھے۔ ڈاکٹر علی اصغر حکمت کے بعد پھر کسی شخص نے اس بات کی کوشش نہیں کی کہ اس کے مزید مخطوطوں کے حصول کی سعی و جہد کرتا ورنہ ممکن تھا کہ یہ تعداد تین گنی یا چار گنی ہو چکی ہوتی۔ افسوس ہے کہ ڈاکٹر علی اصغر حکمت نے اپنے پیش نظر مخطوطوں کے بارے میں کوئی تفصیلی اطلاع درج نہیں کی ہے جس سے ان مخطوطوں کی قدامت اور ان کی دوسری خصوصیات کے بارے میں کوئی علم

ہو سکتا۔ اس وقت صرف یہی کہا جاسکتا ہے کہ قدرت نے کشف الاسرار وعُدۃ الابرار کو دستبرد زمانہ سے محفوظ رکھا اور اس کے سال تالیف سے نو سو سال کے بعد افادۂ عام کی راہیں کھول دیں۔

رشید الدین احمد بن محمود میبدی نے اپنی زیر بحث تفسیر میں دوران تفسیر فقہی مسائل کی طرف بھی اشارے کئے ہیں، آیات کی شان نزول بھی تحریر کی ہے علاوہ بر این مسئلہ اور فصل کے عنوانات سے اپنے قاری کی ذہنی تشفی کے لئے قابل قدر مواد بھی فراہم کیا ہے جس کے غائر مطالعے کے ذریعے پانچویں صدی ہجری کے اواخر اور چھٹی صدی ہجری کے ربع اول سے ایران کے مذہبی معتقدات اور ان مسائل تک رسائی حاصل کی جاسکتی ہے جو اس زمانے کے سماج ایسے مسائل تھے جن کو حل کرنے کیلئے اپنے اپنے علم واستعداد کے مطابق ہر سماج کے ایسے مسائل تھے جن کو حل کرنے کیلئے اپنے اپنے علم واستعداد کے مطابق ہر مفسر اور ہر عالم سرگرداں تھا۔ ڈاکٹر سادات ناصری نے میبدی کو شافعی اشعری قرار دیا ہے (۴) مگر اس بات کی نشاندہی نہیں کی ہے کہ یہ بات انہوں نے کس کتاب کے حوالے سے لکھی ہے تاہم ان کی یہ بات درست معلوم ہوتی ہے کیونکہ کشف الاسرار وعُدۃ الابرار میں جہاں جہاں کلام پاک کی آیتوں سے فقہی مسئلوں کا استخراج کیا گیا ہے وہاں وہاں ائمہ اربعہ میں سے کسی کے مسلک کا ذکر کیا گیا ہو یا نہ کیا گیا ہو امام شافعیؒ کے مسلک کا ضرور ذکر کیا گیا ہے۔ یہاں پر ہم اپنے قارئین کی توجہ ایک اہم نکتہ کی طرف مبذول کرانا ضروری سمجھتے ہیں۔ یہ ایک معلوم ومعروف حقیقت ہے کہ خواجہ عبداللہ انصاری حنبلی فقہ کے پیرو اور اس پر عامل تھے، میبدی کے بارے میں ابھی ابھی تحریر کیا جاچکا ہے کہ ان کے شافعی المسلک ہونے میں کسی شبہ کی گنجائش نہیں ہے۔ قابل توجہ نکتہ یہ ہے کہ ایک شافعی نے ایک حنبلی کی تفسیر کو سامنے رکھ کر میبدی یہ کام انجام نہیں دے سکتے تھے؟ اس سوال پر غور کرنے کی ضرورت یوں محسوس ہوئی کہ بعض تاریخوں میں لکھا گیا ہے کہ چھٹی صدی ہجری کے ایران میں سنّیوں کے فقہی مسلکوں کی باہمی جنگ نے ایران کے سماج کو عقب ماندہ بنانے میں اہم کردار ادا کیا تھا۔ ہمارا خیال ہے کہ یہ نظریہ انتہا پسندی کا حامل ہے اس میں تو کوئی شبہ نہیں ہے کہ باہمی فقہی اختلاف رہا ہوگا مگر شبہ اس میں ہے کہ یہ اختلاف "کشت وخون" تک پہنچ گیا ہوگا، اگر ایسا ہوتا تو شافعی احمد بن محمود میبدی، حنبلی خواجہ عبداللہ انصاری کی تحریر کی وہ پذیرائی نہ کرتے جو کشف الاسرار وعُدۃ الابرار کی شکل میں دنیا کے سامنے موجود ہے۔

اب ہم کشف الاسرار کے متن کے مطالعے کا آغاز کرتے ہیں۔ سب سے پہلے نمونہ کے طور پر سورہ بقرۃ کی پانچ آیتوں کے ایک مجموعے کو نقل کرتے ہیں جن کو موجودہ متن میں ایک ہی جگہ لکھا گیا ہے یہ بات معلوم نہ ہو سکی کہ یہ ترتیب مفسر کی ہے یا کاتب کی یا مرتب تفسیر کی؟ بہرحال ان آیات کی تینوں "نوبتوں" کو مع ان کے اردو ترجمے کے ذیل کی سطور میں نقل کیا جاتا ہے تاکہ اندازہ لگایا جاسکے کہ ہر "نوبت" میں میبدی کا انداز فکر وبیان کیا ہے؟

النوبة الاولی قوله نعم: "ان الصفا و المروة من شعائر الله" صفا و مروه از نشانهای

ملت الله است' "فمن حج البيت" ہر که قصد و آہنگ خانه کند' "اواعتمر" یا بزیارت خانه رود' "فلا جناح علیه" بروتنگی نیست' "ان یطوّف بهما" که طواف کند میان آن ہر دو' "و من تطوّع خیراً" و ہر که از طوع و خواست دل خویش کاری کند "فان الله شاکر علیم" الله سپاس دارست و پاداش ده بکر دار خلق دانا۔

پہلی نوبت (۵) اللہ تعالیٰ کا قول: صفا اور مروہ (۶) اللہ کی ملت کی یادگاریں ہیں ہر وہ شخص جو کہ گھر "کعبہ کے سفر" کا ارادہ کرتا ہے یا گھر کی زیارت کے لئے اس میں داخل ہوتا ہے' اس پر کوئی پریشانی (۷) نہیں ہے کہ وہ ہر دو (یعنی صفا اور مروہ) کے درمیان طواف کرے' یہ وہ شخص جو کہ اپنے دل کی خواہش اور رغبت سے کام کرے تو اللہ عقل مند مخلوق کے کردار پر سزا اور جزا دینے والا ہے۔

"ان الذین یکتمون" ایشان که پنهان میدارند "ما انزلنا" آنچه ما فرو فرستادیم "من البینات" از پیغامهای روشن و نشانهای پیدا "و الهدی" وراہ نمونی' "من بعد ما بیناه للناس" پس آنک ما آنرا پیدا کردیم مرد مانرا' "فی الکتاب" درنامه خویش "اولئك یلعنهم الله" ایشان آنند که الله لعنت میکند بریشان' "و یلعنهم اللا عنون" و بایشان میرسد لعنت لعنت گران۔

وہ لوگ جو کہ اس چیز کو مخفی رکھتے ہیں جن کو ہم نے نازل فرمایا ہے' واضح پیغاموں اور کھلی ہوئی نشانیوں کے ساتھ' اور راہ ہدایت' اس کے بعد ہم نے اس کو انسانوں پر ظاہر کیا' اپنی (نازل کردہ) کتاب میں' یہ وہ لوگ ہیں جن پر اللہ لعنت کرتا ہے' اور ان پر لعنتیوں کی (بھی) لعنت پہنچتی ہے۔

"الّا الذین تابو" مگر اینان که توبت کردند' "و اصلحوا" و تباه کرده راست کردند' "و بیّنوا" و پنهان کرده پیدا کردند' "فاولئك اتوب علیهم" ایشان آنند که از یشان توبه پذیرم' "و انا التواب الرحیم" و منم خداوند توبه پذیر بخشاینده مهربان۔

مگر وہ لوگ جنہوں نے کہ توبہ کی' اور کی ہوئی غلطی کو درست کیا' اور جس چیز کو انہوں نے پوشیدہ کیا تھا اس کو ظاہر کیا۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کی توبہ میں قبول کرتا ہوں' میں توبہ قبول کرنے والا اور بخشش کرنے والا اللہ ہوں۔

"ان الذین کفروا" ایشان که کافر شدند بخدای خویش "و ماتوا و هم کفّار" و بمردند و ایشان بر کفر خویش بودند' "اولئك علیهم لعنة الله" ایشانند که بریشانست لعنت خدا' "و الملائکة" و لعنت فریشتگان وی "و النّاس اجمعین" و لعنت راه راستان مردمان

همه۔

وہ لوگ جنہوں نے اپنے خالق کا انکار کیا' اور مر گئے اور وہ لوگ اپنے انکار پر قائم تھے' یہ وہ لوگ ہیں جن پر اللہ کی لعنت (ہے) اور اس کے فرشتوں کی لعنت (ہے) اور تمام راہ راست پر چلنے والوں کی لعنت ہے۔

"خالدین فیها" جاویدان در آتش ایشانند "لا یخفّف عنهم العذاب" سبك نكنند از ایشان عذاب ہر گز "لا هم ینظرون" و نه در ایشان نگرند۔

یہ لوگ ہمیشہ جہنم میں رہیں گے' ہر گز ان کے عذاب کو (اللہ) ہلکانہ کریں گے (اور نہ ہی) ان پر نظر کرم کریں گے۔

النوبة الثانیه۔ قوله نعم: "انّ الصفا و المروة" صفا سنك سپید سخت باشد یعنی صافی که در آن ہیچ خلطی نبود از خاك و گل و غیر آن' و مروه سَنگی باشد سیاه و سست و نرم که زود شکسته شود' و گفتگه اند آدم و حوا چون آنجا رسیدند آدم بکوه صفا فرو آمد و حوا بکوه مروه پس هردو کوه را بنام ایشان باز خوا ندند' صفا از آن خواندند که آدم صفی آجا فرو آمد' مروة از آن گفت که مراة یعنی جفت آدم آنجا فرو آمد' "من شعائر الله" ای متعبّداته التی اشعر ها الله' ای جعلها اعلماً لنا شعائر الله اعلام دین حق باشد و نشانهای ملت حنیفی' امّا اینجا مناسك حج میخواهد' فکانه قال "انّ الطواف بالصفا و المروة من اعلام دین الله و مناسك حجّه" طواف کردن میان صفا و مروه از مناسك حج است و از ارکان آن' و این طواف آنست که علما آنرا' سعی خوانند' مصطفی ع گفت' "انّ الله کتب علیکم السعی کما کتب علیکم الحج" و قالت عایشة "لعمری ما حجمن لم یسع بین الصفا و المروة" لان الله سبحانه یقولُ "ان الصفا و المروةه من شعار الله" و مصطفی ع چون برابر صفا رسی این آیت برخواند' آنکه گفت "ابدا بما بدا الله به" فبدا بالصفا ورقی علیه' حتّی اذا رای البیت مشی حتی اذا تصویت قدما ه و الوادی سعی۔

دوسری نوبت۔ ارشاد باری تعالیٰ "صفا اور مروة" صفا سفید سخت پتھر ہوتا ہے یعنی اتنا صاف کہ اس میں گرد' مٹی وغیرہ کی کوئی ملاوٹ نہیں ہوتی اور مروہ کالا' کمزور اور نرم پتھر ہوتا ہے جو کہ جلد ٹوٹ جاتا ہے اور لوگوں کا قول ہے (۸) کہ آدم اور حوا جب وہاں پہنچے تو آدم صفا پہاڑی پر اترے اور حوا پہاڑی مروہ پر بعد ازاں لوگوں نے دونوں پہاڑیوں کو ان کے ناموں سے موسم کیا لوگوں نے صفا نام اس لئے رکھا کہ اس پر آدم صفی کا نزول ہوا تھا دوسری پہاڑی کو

مروہ اس لئے کہا کہ وہاں مراۃ عورت یعنی آدم کی اہلیہ اتری تھیں "نشانیوں میں سے ہیں اللہ کی" یعنی یہ دونوں عبادت کی جگہیں ہیں جن کو اللہ نے ہمارے لئے نشانیاں بنائی ہیں۔ اللہ کی نشانیاں شعائر اللہ جن سے دین حق اور ملت حنیف کی نشانیوں کا اعلان ہوتا ہے لیکن یہاں اس سے حج کے مناسک مراد ہیں۔ گویا کہ آپ نے اس طرح فرمایا "صفا اور مروہ کا طواف اللہ کے دین کا اعلان اور حج کا ایک رکن ہے اور یہ وہی طواف ہے جس کو علماء "سعی" کہتے ہیں مصطفیٰؐ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے تم پر سعی کو اسی طرح فرض کیا ہے جس طرح حج کو جناب عائشہ فرماتی ہیں "میری زندگی کی قسم جس نے صفا اور مروہ کے درمیان سعی نہ کی اس نے حج نہ کیا" اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے "صفا اور مروہ اللہ کی نشانیوں میں ہیں۔" مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب کوہ صفا کے مقابل پہنچے تو یہ آیت پڑھی۔ پھر اس وقت فرمایا "میں وہیں سے شروع کروں گا جہاں سے اللہ نے شروع کیا ہے چنانچہ آپ نے صفا سے شروع کیا اور اس پر چڑھ گئے یہاں تک کہ جب خانہ کعبہ نظر آ گیا تو ٹہل کر چلنے لگے حتیٰ کہ جب آپ نیچے اتر آئے تو سعی کرنے لگے"

ابن عباس قومی را دید که میان صفا و مروه طواف میکردند، گفت این سنت مادر اسماعیل است که چون اسماعیل گرسنه و تشنه شد و وی تنها بود و کس از آدمیان انر نه، و طعام و شراب نه، برخاست و بکوه صفا برشد و روی در وادی کرد، تاخود ہیچکس را بیند، ہیچکس را ندید فرو آمد، چون بوادی رسید گوشه درع برگرفت و بشتافت، و گرم برت تا بر مروه رفت، در نگرست کس راندید، دیگر باروه فرو آمد قصد صفا کرد، تا ہفت بار چنین بگشت، پس رب العالمین برکات قدم ویرا و متابعت سنت ویرا آن طواف برجهانیان فرض کرد تا بقیامت۔

ابن عباسؓ نے ایک جماعت کو دیکھا جس کے افراد صفا اور مروہ کے درمیان طواف کر رہے تھے۔ انہوں نے (ابن عباسؓ) نے کہا: یہ اسماعیلؑ کی والدہ کی سنت ہے جب اسماعیلؑ بھوکے اور پیاسے ہوئے اور وہ اکیلی تھیں اور وہاں نہ کوئی انسان موجود تھا اور نہ کھانے پینے کی کوئی چیز وہ انہیں اور کوہ صفا پر چڑھ گئیں اور اپنا چہرہ نیچے کی طرف کیا (یعنی نیچے دیکھا) کہ وہ کسی شخص کو دیکھ لیں، انہوں نے کسی شخص کو نیچے نہ دیکھا (تو) نیچے اتر آئیں جب وادی میں پہنچیں تو قیص کا کونہ پکڑا (۹) اور بھاگیں، اور تیزی سے بھاگیں حتیٰ کہ مروہ پر جا پہنچیں، انہوں نے (نیچے) نظر ڈالی مگر کسی کو بھی نہ دیکھا، وہ دوبارہ نیچے آئیں اور صفا پر (چڑھنے) کا ارادہ کیا اسی طرح وہ سات مرتبہ آئیں اور گئیں۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے ان کے قدموں کی توصیف (۱۰) اور پیروی میں اس طواف کو دنیا والوں کے لئے قیامت تک فرض کر دیا۔

"فمن حج البیت او اعتمر" معنی حج و عمره زیارت کردن خانه کعبه را و قصد آن

داشتن میگوید ہر که حج کند یا عمرہ "فلا جناح علیه ان یطوف بهما" بروی تنگی نیست که میان صفا و مروہ سعی کند تشدید در طاء از اخفاء تاء است در طاء اصل آن یتطوف است و اصل قصه آنست که درزمان جاہلیت مردی و زنی در کعبه شدند بفاحشه ئی' و نام مرد اسفا بن یعلی بود و نام زن نائلة بنت الدیك' ہر دو را مسخ کردند' پس عرب ایشانرا بیرون آوردند و عبرت را یکی بر صفا نهادند و یکی را بر مروۃ' تا خلق از اطراف میآمدند و ایشانرا میدیدند۔

حج کے معنی خانہ کعبہ کی زیارت کا ارادہ کرنا اور عمرہ کے معنی اس کی زیارت کرنا ہے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے وہ شخص جو دونوں صفا اور مروہ کے درمیان طواف کرے اس پر کوئی پریشانی نہیں ہے ط پر تشدیدت کے تلفظ کی وجہ سے ہے اس کی اصل یطوف ہے اور اس کا اصل قصہ یہ ہے کہ زمانہ جاہلیت میں ایک مرد اور ایک عورت خانہ کعبہ میں زنا کے مرتکب ہوئے مرد کا نام اسفابن یعلی تھا اور عورت کا نائلہ بنت الدیک اللہ نے دونوں کو مسخ کر دیا بعدازاں عرب ان کو خانہ کعبہ سے باہر لے آئے اور لوگوں کی عبرت کے لئے ایک کو صفا پر رکھ دیا اور ایک کو مروہ پر لوگ چاروں طرف سے آتے تھے اور ان کو نگاہ عبرت سے دیکھتے تھے۔

روزگار بریشان در از شد' و پسینیان با ایشان الف گرفتند' چشمها و دلها از ایشان پرشد' شیطان بایشان آمد و گفت که پدران شما اینانرا می پرستیدند' و ایشانرا بر پرستش آنان داشت' روزگار دراز در زمان فترت و جاہلیت پس چون الله نعم رسول خود را به پیغام نواخت' و اسلام درمیان خلق پیدا شد' قومی از مسلمانان که در جاہلیت دیده بودند که آن دو بت را می پرستیدند' تحرّج کردند از سعی کردن میان صفا و مروہ' ترسیدند که در چیزی افتند از آنك در زمان جاہلیت در آن بودند' الله نعم این آیت فرستاد که سعی کنید' و آن حرج که ایشان میدیدند از ایشان بنهاد۔

ان لوگوں پر ایک لمبا عرصہ گذر گیا بعد کی نسلیں ان کی عادی ہو گئیں ان کی آنکھیں اور دل کو دیکھتے دیکھتے بھر گئے' شیطان ان لوگوں کے پاس آیا اور اس نے کہا تمہارے آباء ان کی (اساف اور نالہ) پرستش کرتے تھے دو پیغمبروں کے درمیان کے لمبے (۱۱) جاہلیت کے زمانے میں ایک عرصے تک کے لئے (شیطان نے) ان لوگوں کو ان (دونوں) کی پرستش کی راہ پر لگا دیا پھر جب اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو اپنے پیغام سے نوازا اور مخلوق کے درمیان اسلام کا ظہور ہوا

مسلمانوں کی ایک جماعت جس نے جاہلیت کے دور میں دیکھا تھا کہ لوگ ان دونوں بتوں کی پرستش کرتے تھے انہوں نے صفا اور مروہ کے درمیان سعی کرنے سے گریز کیا۔ وہ لوگ ڈرتے کہ کسی اس چیز میں نہ پڑ جائیں جس میں زمانہ جاہلیت میں پڑتے تھے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی کہ طواف کرو اور وہ تردد (۱۲) جس کو یہ لوگ طواف میں دیکھتے اس کا احساس ان کے دلوں سے ختم کر دیا۔

اگر کسی گوید که چون فرمود که حج و عمره از شعائر الله' دیر فرمود فلا جناح علیه ان یطوف بهما؟ میگوئیم که بر صفا "اساف" بود و بر مروه "نائله" و آن دو بت بود و بعضی گفته اند که دو کسی بودند مردی و زنی زانیان و اکتون از چهار رکن حج یکی سعی است' بمذهب شافعی و مالك و احمد' و ترك آن روا نیست و هیچ چیز بجای آن نایستد' اما بمذهب بو حنیفه' سعی از واجبات حج است نه از ارکان آن' و قربان بجای آن بیستد' و دلیل شافعی خبری است که مصطفی ع گفت "اسمعوا فانّ الله کتب علیکم السعی"

اگر کوئی یہ کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے یہ کیوں فرمایا کہ حج اور عمرہ ملت اللہ کی نشانیاں ہیں' پھر یہ بھی فرمایا کہ جنہوں نے ان دونوں (صفا اور مروہ) کے درمیان سعی کی ان پر کوئی پریشانی (گناہ) نہیں ہے۔ (۱۳) اس کے جواب میں ہم کہیں گے کہ صفا پر اساف تھا اور مروہ پر نائلہ اور یہ دونوں بت تھے اور بعض لوگوں کا قول ہے کہ یہ دو افراد تھے ایک زانی مرد اور ایک زانیہ عورت اب حج کے چار رکنوں میں سے ایک رکن سعی ہے شافعی' مالک اور احمد بن حنبل کے مسلک میں اس کو چھوڑ دینا مناسب نہیں ہے اور کوئی چیز اس کا بدل نہیں ہے لیکن ابو حنیفہ کے مسلک میں سعی حج کے واجبات میں سے ایک ہے نہ اس کہ اس کے ارکان میں سے ایک اور قربانی اس کا بدل ہے امام شافعی کی دلیل ایک حدیث پر مبنی ہے آنحضرت کا ارشاد ہے "سعی کرو اس لئے کہ اللہ نے تم پر سعی کو فرض کر دیا ہے"۔

'ومن یطوع خیراً" قراۃ حمزۃ و کسائی "من یطوع" بیاد جزما ست اصل آن "یتطوع" میگوید' هر که بیرون از فرائض عملی کند و طاعتی آرد و تقربی نماید بطواف کردن گرد حانه کعبه یا بنماز نوافل' خدای عز و جل از وی بپسندد و سپاس داری کند و بدان پاداش دهد

حمزہ اور کسائی کے نزدیک اس کی قرات من یطوع ہے ی کے جزم کے ساتھ ہے اور اس لفظ کی اصل یتطوع ہے ہر وہ شخص جو فرائض کے علاوہ کوئی عمل کرتا ہے' کوئی اطاعت بر لاتا ہے اور خانہ کعبہ کے گرد طواف کر کے یا نفل نماز ادا کر کے اللہ سے اپنی قربت کا اظہار کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو پسند کرتا ہے اس کی سپاس داری (۱۴) کرتا ہے اور اس

عمل پر انعام دیتا ہے۔(۱۵)

"فان الله شاکر علیم" شاکر نامی است از نامهای خداوند عزو جل' و معنی این نام آنست که از بنده طاعت خرد پذیردو آنرا بزرك کند و عطاء خود بسیار دهد و آنرا اندك شمرد' از اینجا گفته اند' "دابة شکور" چارپائی که علف اندك خورد و زود فربه شود' نه بینی که خدای عزوجل این همه نعمت راحت و انواع لذات و شهوات در دنیا بربندگان خود ریخت' آنگه آنرا چیزی اندك خداوند و گفت "قل متاع الدنیا قلیل" و در عقبی آن همه کرامت و نواخت که در بهشت دوستانرا داد آنرا غرفه خواند و گفت "اولئك یجزون الغرفة بما صبروا" و طاعات بنده و اعمال وی چون باز گفت اگرچه اندك است و ناچیز آنرا بسیار خواند و بروی ثنا کرد و گفت "و الذکرون الله کثیراً و الذکرات" اینست معنی شاکر در نامهای خداوند عزوجل گناه بزرگ از بنده در گزاره' و طاعت خرد بزرك کند' عطاء بزرك خود اندك شمرد سبحانه ما اکرمه بعباده و الطفه!

اللہ تعالیٰ کے ناموں میں سے ایک نام ہے اور اس نام کے معنی ہیں کہ وہ بندہ سے چھوٹی چھوٹی اطاعتیں قبول کرتا ہے اور ان کو بڑی بنا دیتا ہے اور اپنے بہت سے انعامات عطا فرماتا ہے اور ان کو تھوڑا سا انعام شمار کرتا ہے اسی سے لوگوں نے دابۃ شکور کا لفظ وضع کیا ہے یعنی وہ چارپایہ جو چارہ کم کھاتا ہے اور جلد موٹا ہو جاتا ہے کیا تم نہیں دیکھتے کہ اللہ تعالیٰ نے راحت کی یہ تمام نعمتیں' طرح طرح کی لذتیں اور خواہش دنیا میں اپنے بندوں پر برسائی ہیں' پھر بھی اس نے ان چیزوں کو تھوڑا سا کہا اور فرمایا کہو دنیا کی متاع تھوڑی ہے اور عقبیٰ کی زندگی میں اس نے اپنے دوستوں کو بہشت میں جس لاڈ پیار اور رحمتوں سے نوازا ہے ان کو بالا خانہ کہا ہے اور فرمایا ہے یہی وہ لوگ ہیں جن کے صبر کی بدولت ان کو بالا خانہ ملا ہے جیسا کہ اس نے دوبارہ فرمایا ہے بندے کی اطاعتیں اور اعمال اگرچہ کم اور بے قیمت ہیں تاہم ان کو اللہ نے بہت فرمایا' بندے کی تعریف کی اور فرمایا" کثرت سے اللہ کا ذکر کرنے والے مرد اور عورتیں" اللہ تعالیٰ کے ناموں میں سے ایک نام شاکر کے معنی یہی ہیں بندے کے بڑے بڑے گناہوں کو معاف کرتا اور چھوٹی طاعتوں کو بڑا بنا دیتا ہے اور اپنی بڑی سے بڑی عطا کو کم شمار کرتا ہے۔اس کی ذات پاک ہے وہ اپنے بندوں کے ساتھ بہت لطف و کرم کرنے والا ہے۔

"ان الذین یکتمون ما انزلنا ۔۔۔" الآیه عموم این آیت دلیل است که هر آنکس که علی پنهان کند و از اہل خویش باز گیرد مستوجب عقوبت گردد و بهذا قال النبیؐ "من سئل

عن علم فکتمه الجمعه الله بلجام من نار" و این معنی منافی آن خبر نیست که مصطفیؐ گفت "واضع العلم فی غیر اہله کالمانع اہله" که این مخصوص است بنا اہل' که در شر استعانت بعلم کند و حق آن بنشانسد' و حرمت آن ندارد' و این علم به نزدیك الله کم تر از دنیا نیست که مصطفی ع گفت "عرض حاضر یاکل منها البرّ و الفاجر" جز آنکه در شرع از سفیه که انفاق آن نه بروحه خویش کند منع کنند فذلك فی قوله تعالیٰ "ولا تئوتو السفهاء اموالکم ۔۔" الآیه۔

جو کچھ کہ ہم نے نازل فرمایا یہ لوگ جو کہ اس کو چھپاتے ہیں۔ الآیہ اس آیت کا عمومی (مفہوم اس بات کی) دلیل ہے کہ ہر وہ شخص جو علم کو چھپاتا ہے اور اپنے لوگوں سے دبائے رکھتا ہے سزا کا مستحق ہے اور اسی وجہ سے نبیؐ نے فرمایا ہے "جس سے کسی علم کے بارے میں سوال کیا گیا اور اس نے اس کو چھپایا تو قیامت کے دن اللہ اس کو آگ کی لگام لگائے گا" یہ حدیث اس حدیث کی نفی نہیں کرتی جس میں مصطفیٰؐ نے فرمایا ہے "نا اہلوں کو علم دینے والا اس کے مستحقوں کو محروم کرنے والے کی مثل ہے" کیونکہ یہ حدیث نا اہل کے لئے مخصوص ہے جو علم کے ذریعے شر کی مدد کرتا ہے اور اس (یعنی علم) کے حق کو نہیں پہچانتا اور اس کی حرمت کی پاسداری نہیں کرتا' اور یہ علم اللہ نے نزدیک دنیا سے کم تر نہیں ہے (۱۶) کیونکہ حضرت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے "موجودہ چیز (سامان) جس سے نیک وبد سب کھاتے ہیں" سوائے ایسے سفلہ لوگوں کے جو علم کو اپنی ذات پر خرچ نہیں کرتے۔ شرع ان کو علم دینے کی ممانعت کرتی ہے یہ بات اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد میں کہی گئی ہے "اور تم کم عقلوں کو اپنے وہ مال دو جن کو اللہ نے تمہارے لئے سرمایہ زندگی بنایا ہے"۔

"ان الذین یکتمون۔۔" الآیة ۔ مفسران گفتند ایشان علماء و رئوسای جهودان اند جون کعب اشرف و امن صوریا و کعب اسید و امثال ایشان میگوید ایشان که پنهان کردند آنچه ما از آسمان فرو فرستادیم "من البینات" از آنچه روشن کردیم' و در توریة بیان آن فرستادیم از حلال و حرام و حدود و فرائض و رحم "و الهدیٰ" صفت و نعت مصطفی ع و اثبات نبوی وی و یقال البینات مشار بها الیٰ الآیات المنزلة' و الهدیٰ الیٰ ما یستدل به من الامارات۔

ان الذین ۔۔الآیة۔ مفسروں (۱۷) کا قول ہے کہ یہ لوگ یہودیوں کے علماء اور رؤسا مثلاً کعب اشرف اور

ابن صوریا اور کعب اسید اور ان ہی جیسے لوگ ہیں اللہ فرماتا ہے ہم نے آسمان سے جو نازل فرمایا اس کو ان لوگوں نے چھپایا ''من البینات'' وہ چیزیں جن کو ہم نے واضح و روشن کیا اور حرام و حلال حدود و فرائض اور رجم کے بارے میں توریت میں جو کچھ آسمان سے نازل فرمایا ''الھدیٰ'' مصطفیٰ ﷺ کی صفت اور ان کی تعریف اور ان کی نبوت کا اثبات اور کہا جاتا ہے البینات کے ذریعے نازل ہونے والی آیتوں کی طرف اشارہ ہے اور الھدیٰ ان نشانیوں کو کہتے ہیں جن کے ذریعے استدلال کیا جاتا ہے۔

"من بعد ما بیناه للناس فی الکتاب" پس از آنك بنی اسرائیل را در کتاب توریة این همه روشن کردیم ایشان پنهان میکنند "اولئك یلعنهم الله" معنی لعنت راندن است و دور کردن از رحمت و خیر خویش' میگوید بریشان دو لغت است یکی لعنت حق دیگر لعنت خلق لعنت حق آنست که ایشانرا برند راز رحمت خود دور کند' و لعنت خلق آنست که از خدای عزوجل خواهند تا تا ایشانرا از بر خویش براندواز رحمت خود دور کند' و لعنت خلق آنست یآنکه گویند۔ اللهم العنهم

"من بعد ۔۔۔الکتاب" اس کے بعد کہ بنی اسرائیل کو ہم نے توریت میں تمام باتیں واضح کر دیں جن کو یہ لوگ چھپاتے ہیں اولئك ۔۔الخ لعنت کے معنی اپنی رحمت اور اپنے خیر سے دور کرنے اور بھگانے کے ہیں 'اللہ فرماتا ہے ان لوگوں پر دو لعنتیں ہیں ایک اللہ کی لعنت ہے ایک مخلوق کی اللہ کی لعنت یہ ہے کہ ان کو اپنی رحمت سے دور رکھتا ہے اور بھگاتا ہے اور مخلوق کی لعنت یہ ہے کہ وہ اللہ سے دعا کرتی ہے کہ ان کو اپنی رحمت سے دور رکھے اور بھگا دے اور خلق کی لعنت یہ بھی ہے کہ لوگ دعا کرتے ہیں ''اے اللہ ان پر لعنت کر''

و خلاف است میان علماء که این لاعنان که اند ؟ قومی گفتند فریشتگانند ابن عباس گفت کل شیی الا الجن و الانس۔ حسن گفت "عباد الله اجمعون" ضحاك گفت "ان الکافر اذا وضع فی حفرته قیل له من ربك ؟ و من نبیك ؟ و ما دینك ؟ فیقول لا ادری فیقال لا دریت ثم یضرب ضربة بمطرقة فیصحیح صیحة یسمعها کل شیی الّاالثقلین فلا شسمع صوته شیی الّا لعنه' فذلك قوله "و یلعنهم اللاعنون" و قال ابن مسعود هو الرجل یلعن صاحبه فترتفع اللعنة فی السماء ثم تنحدر فلا تجد صاحبها الذی قیل له اهلاً لذلك و لا المتکلم بها اهلاً لها' فتنطلق فتقع علی الیهود' و قال مجاهد ۔ الاعنون البهائم تعلن عصاة نبی آدم اذا اسنت السنة و

امسك المطر، قالت هذا بشوم نبی آدم و انما قال "الاعنون" لانه و صفها بصفة العقلاء کقوله تعالی "و الشمس و القمر رایتهم لی ساجدین"

علماء کے درمیان اس بات پر اختلاف ہے کہ یہ لعنت بھیجنے والے کون ہیں؟ کچھ لوگوں کا قول ہے کہ یہ فرشتے ہیں۔ ابن عباس کا قول ہے جنوں اور انسانوں کے سوائے تمام چیزیں ہیں حسن کا قول ہے اللہ کے تمام بندے ہیں ضحاک نے کہا ہے کافر کو جب اس کی قبر میں رکھا جاتا ہے تو اس سے دریافت کیا جاتا ہے تیرا رب کون ہے؟ اور تیرا نبی کون ہے؟ اور تیرا دین کیا ہے؟ وہ جواب دیتا ہے میں نہیں جانتا اس سے کہا جاتا ہے تمہیں نہیں معلوم پھر اسے ایک ہتھوڑا مارا جاتا ہے وہ ایسی چیخ مارتا ہے جسے جن و انس کے علاوہ ہر چیز سنتی ہے اور جو بھی اس کی چیخ سنتا ہے اس پر لعنت بھیجتا ہے یہ بات اس ارشاد باری تعالیٰ سے معلوم ہوتی ہے اور لعنت کرنے والے ان پر لعنت کرتے ہیں اور ابن مسعود نے کہا ہے اس سے مراد وہ شخص ہے جو اپنے ساتھی کو لعنت کرتا ہے اس کی لعنت آسمان کی طرف جاتی ہے پھر نیچے اترتی ہے تو لعنت کرنے والے اور جب شخص پر لعنت کی گئی ہے دونوں کو اس کا مستحق نہیں پاتی چنانچہ وہ جا کر یہود پر پڑ جاتی ہے اور مجاہد نے کہا ہے لعنت کرنے والوں سے مراد چوپائے ہیں جو گناہ گار آدمیوں پر لعنت کرتے ہیں جب قحط سالی ہوتی ہے اور بارش رک جاتی ہے یہ چوپائے کہتے ہیں یہ بنی آدم کی نحوست کی وجہ سے ہے چوپایوں کو "لاعنون" کہا گیا ہے اس لئے کہ انہیں عقلاء کی صفت سے متصف کیا ہے ایسی مثالیں قرآن میں پائی جاتی ہیں جیسے ارشاد باری تعالیٰ ہے "سورج اور چاند کو میں نے دیکھا ہے سجدہ کرتے ہوئے"

"الّا الذین تابو، الآیہ۔۔" مگر قومی که توبه کنند از ین جهودان و از شرك بایمان آیند و از معصیت باطعت گردند "و اصلحو" و دلهای کز کرده و تباه کرده راست کنند، و باراه آورند، و سرهای خود باحق آبادان دارند "و بیّنوا" و صفت و نعمت مصطفی که پوشیده میداشتند آشکارا کنند، و بر خلق روشن دارند، "فاولئك اتوب علیهم" ایشانند که ایشان رامی باز پذیرم و از گناهشان در گذرم و بیامرزم، و من خداوند باز پذیر نده و مهر بالم از من بخشاینده تر و مهر بانتر کس نیست بر بندگان۔

"الّا الذین۔۔۔" لیکن ان یہودیوں میں سے وہ لوگ جو توبہ کریں گے شرک سے ایمان میں داخل ہو جائیں اور گناہوں سے پھر کر اطاعت کریں واصلحو اور اپنے تباہ کئے ہوئے اور بگاڑے ہوئے دل کو درست کریں گے اور اس کو راستے پر لے آئیں اور اپنے سروں (مراد دماغ ہے) کو حق سے آباد رکھیں وبینوا اور مصطفیؐ کی وہ صفت اور ثنا جس کو انہوں نے چھپا رکھا ہے ان کو ظاہر کریں اور دنیا والوں پر روشن و واضح کریں فاولئک یہ وہ لوگ ہیں جن کو کہ ہم پھر سے

قبول کریں گے ان کے گناہوں سے درگذر کریں گے اور ان کو بخش دیں گے وہ اللہ ہے جو دوبارہ قبول کرنے والا ہے اور مہربان ہے مجھ سے بڑھ کر بندوں کو بخشنے والا اور ان پر مہربانی کرنے والا کوئی نہیں ہے۔

"ان الذین کفروا ماتو و ھم کفار" الایة ـــ ایشان که کافر میں میرند لعنت خدای برایشان است و لعنت فریشتگان، و همه مردمان، اگر کسی گوید، اہل دین ایشان لعنت نکنند بر ایشان پس چرا همه مردمان، اگر کسی گوید، اہل دین ایشان لعنت نکنند بر ایشان پس چرا همه مرد مان گفت؟ جوا ب آنست که این در قیامت خواهد بود، که اول خدای عزوجل بر کافر ان لعنت کند پس فریشتگان پس همه مرد مان، و ذلك فی قوله "یوم القیامة یکفر بعضکم ببعض و یلعن بعضکم بعضاً" و روا باشد که تخصیص درین عموم شود و مومنا نرا خواہد، تا ہم در دنیا لعنت کنند بر ایشان و ہم در عقبی و قال السدی لا یتلاعن اثنان مومنان ولا کافران فیقول احدھما لعن الله الظالم، الاوجبت تلك اللعنة علی الکافر ظالم "خالدین فیھا" جاوید در آن لعنت اند درمیان آتش یعنی که ہمیشه از رحمت و خیر دور و بعتاب نزدیك که ہر گز آن عذاب از یشان برندارند و سبك نکنند، و مهلت ندهند که باز آیند عذری خواهند، و دریشان خود ننگرند و نه خازنان سخن ایشانرا جواب کنند و نه فریاد رسند"

"ان الذین ـــ کفار" وہ لوگ جو کافر مرتے ہیں ان پر اللہ کی فرشتوں کی اور تمام مخلوق کی لعنت ہوتی ہے اگر کوئی شخص یہ کہتا ہے کہ اس کے ہم مذہب اس پر لعنت نہیں کرتے ہیں پھر کس لئے اس نے تمام مخلوق فرمایا اس کا جواب یہ ہے کہ یہ قیامت میں ہوگا کہ پہلے اللہ تعالیٰ کافروں پر لعنت کرے گا اس کے بعد فرشتے پھر تمام لوگ یہ بات اس ارشاد باری میں ہے "قیامت کے دن تم میں سے بعض لوگ بعض کا انکار کریں گے اور بعض بعض پر لعنت کریں گے" یہ بات مناسب ہے کہ اس عمومیت میں تخصیص ہو اور اللہ مومنوں سے چاہتا ہے کہ وہ کافروں پر دنیا میں لعنت کریں اور عقبیٰ میں بھی سدی کا قول ہے دو مومن یا دو کافر جب ایک دوسرے پر لعنت کرتے ہیں اور ان میں سے ایک کہتا ہے کہ اللہ ظالم پر لعنت کرے تو اللہ تعالیٰ اس لعنت کو کافر پر چسپاں کر دیتا ہے اس لئے کہ وہی ظالم ہوتا ہے "خالدین فیھا" وہ لوگ آگ میں ہمیشہ اس لعنت میں گرفتار ہیں یعنی ہمیشہ کیلئے اس اللہ کی رحمت اور خیر سے دور ہیں اور ہمیشہ اس عذاب کے نزدیک ہیں جن کو وہ ان پر سے اٹھاتا ہے اور نہ ہلکا ہی کرتا ہے اور اللہ ان کو اس بات کی مہلت نہیں دیتا ہے کہ وہ واپس

آئیں اور اپنی غلطی پر عذر کریں اور ان پر نگاہ ترحم بھی نہیں کرتا اور نہ فرشتے ہی ان کو جواب دیتے اور نہ فریاد سنتے ہیں۔

درج بالا سطور میں جو نمونہ نقل کیا گیا ہے اس سے بخوبی اندازہ ہونا چاہیے کہ میبدی نے پہلی نوبت اور دوسری نوبت کے عنوان سے جو کچھ تحریر کیا ہے اس میں نہ تو کوئی منفردیات ہے اور نہ ہی فکر کا نیا پن فارسی بلکہ اردو کی بیشتر متداول تفسیروں کا یہی انداز ہے کہ پہلے کلام کی آیتوں کا لفظی ترجمہ کیا جاتا ہے بعد ازاں جن جن مقامات کو مفسر عام قاری کی فہم سے بالاتر سمجھتا ہے اس کو کھولنے کی سعی کرتا ہے اس کھولنے کے عمل میں کلام پاک کی دوسری آیتوں احادیث مبارکہ صحابہ کرام اور اخیار امت کے اقوال وآراء سب ہی کو اپنا رہنما بناتا ہے میبدی نے بھی اسی اصول پر عمل کیا ہے انہوں نے بھی ان تمام مفسروں کے اقوال نقل کردیئے ہیں جو ان کے زمانے میں تفسیر کے اہم ستون سمجھے جاتے تھے۔ اوپر نقل ہوئی دونوں نوبتوں میں انہوں نے جو کچھ لکھا ہے وہ کسی نہ کسی شکل میں ان سے پہلے کی تفسیروں میں لکھا جا چکا ہے۔

جہاں تک اساف اور نائلہ کے بارے میں ان کے انسان ہونے کا ذکر ہے اس سلسلے میں یقین کے ساتھ نہیں کہا جا سکتا کہ کسی اور مفسر نے ان انسانوں کا مسخ ہو کر بت بن جانے کا تذکرہ کیا ہے یا نہیں مگر اساف اور نائلہ نام کے بتوں کا تذکرہ میبدی سے پہلے کے مفسروں کے یہاں بھی ملتا ہے اس وقت ترجمہ تفسیر طبری تو ہمارے سامنے نہیں ہے۔ البتہ ایک قدیم تفسیر جو بالیقین میبدی کی تفسیر سے پہلے لکھی گئی تھی ہمارے پیش نظر ہے، یہ تفسیر نخشی از تفسیر کہن (۱۸) کے نام سے ۱۳۵۱ھ ش (۳۔۱۹۷۲ء) میں ایران سے شائع ہو کر منظر عام پر آچکی ہے اس میں بھی اساف اور نائلہ کا بطور بت ذکر ہے اور یہ بھی لکھا ہے کہ ایام جاہلیت کے عرب جب صفا اور مروہ کے درمیان طواف کرتے تو جس بت کے پاس پہنچتے اس کو سجدہ کرتے اور صفا اور مروہ کے بارے میں بھی ان کے پیش کردہ معلومات میں کوئی ندرت نہیں ہے انہوں نے جو کچھ بھی لکھا ہے وہ ان سے پہلے کی دوسری تفسیروں میں موجود ہے۔

کشف الاسرار کی شہرت کا سارا دارومدار اس میں درج تیسری نوبت پر ہے جس کو سب ہی لوگوں نے ایک منفرد خصوصیت قرار دیا ہے مگر جہاں تک ہم کو علم ہے کسی ایک بھی مصنف نے تیسری نوبت میں درج معلومات کا تحلیل و تجزیہ کر کے یہ دیکھنے کی کوشش نہیں کی ہے کہ اس نوبت میں میبدی نے جو کچھ تحریر کیا ہے اس کا کلام پاک کے متن سے کتنا اور کس قسم کا تعلق ہے؟ اس جملہ معترضہ کے بعد اب ہم گذشتہ سطور میں درج نمونے کی تیسری نوبت کو نقل کر رہے تاکہ قارئین کو اندازہ ہو سکے کہ یہ تیسری نوبت ہے کیا چیز؟

النوبة الثالثة ۔ قوله تعالیٰ : "انّ الصفا و المروة من شعائر الله۔۔الآیه۔۔" اشار تست بصفوة دل دوستان در مقام معرفت، و مروه اشار تست بمروت عارفان در راه خدمت میگوید آن صفوت و این مروت در نهاد بشریت و بحر ظلمت از نشانهای توانائی و دانائی و نیک

خدائی الله است و الیه الاشارة بقوله تعالی "یخرجهم من الظلمات الی النور" پس نه عجب اگر شیر صافی از میان خون بیون آرد' عجب آنست که این دریتیم در آن بحر ظلمت بدارد' و جوہر معرفت در صدف انسانیت نگه دارد

تیسری نوبت "انّ الصفا۔۔۔" الایہ صفا معرفت کے مقام میں دوستوں کے دل کی برگذیدگی کی طرف اشارہ ہے اور مروہ اشارہ ہے خدمت کی راہ میں عارفوں کی مروت کی طرف وہ کہتا ہے بشریت کی فطرت اور تاریکی کے سمندر (مراد انسان) میں وہ برگذیدگی اور یہ مروت اللہ تعالیٰ کی توانائی' دانائی اور قادریت کی نشانیوں میں ہے۔ اس بات کی طرف اشارہ اس ارشادباری سے ہوتا ہے "ان کو تاریکیوں سے نکال کر روشنی میں لے جاتا ہے" اس لئے یہ تعجب کی بات نہیں ہے کہ اس بیش بہا موتی کو اس تاریکی کے سمندر میں رکھتا ہے اور بشریت کی سیپ (ظاہر قالب) میں معرفت کے موتی کی حفاظت کرتا ہے۔

حکایت کنند که ذوالنون مصری مردی را دید که ظاہری شوریده داشت گفت۔ دلم اور را میخواست و بولایت وی گواہی میداد' امّا نفس من او رامی نخواست و می نپذیرفت' ساعتی درین اندیشه بودم میان خواست دل ورد نفس آخر آن جوانمرد بمن نگرست۔ یا ذوالنون الدر وراء الصدف' گفت صدف انسانیت را چه بنی ؟ آن در بین که در درون صدف است آرمی چنین است و لکن میدان که نه در ہر صدفی دور گوهر بود' چنانچه نه در ہر شاخی میوه و ثمر بود' نه در ہر چاہی یوسف دلبر بود' نه بر ہر کو ہی موسی انور بود' نه در ہر غاری احمد پیغامبر بود' نه در ہر دلی یاد دوست مہربان بود' نه در ہر جانی مہر جانان بود' دلی که درو یادالله برد در کنف رعایت و در خذر حمایت معصوم بود' جانی که درو مہر جانان بود در بحر عینان سرقه نور بود۔

لوگ کہتے ہیں کہ ذوالنون مصری نے ایک ایسے شخص کو دیکھا جس کا ظاہری حال پاگلوں جیسا تھا ذوالنون نے بتلادیا کہ میرا دل اس کی طرف مائل ہوا اور اس کی ولایت کی گواہی دی لیکن میرا نفس اس کی طرف صرف مائل نہیں ہوا اور اس نے اس کو قبول نہیں کیا' ایک گھنٹے تک میں اسی طرح دل کے میلان اور نفس کے انکار کے درمیان (گومگو کے عالم میں رہا) آخر کار جواں مرد نے میری طرف دیکھا اور کہا موتی سیپ سے پرے ہے اے ذوالنون بشریت کی سیپ (مراد ظاہری حالت) کو کیا دیکھتے ہو ؟ لیکن اس بات کو جان لو کہ ہر سیپ میں موتی نہیں ہوتا ٹھیک اسی طرح جس طرح ہر

شاخ میں میوہ اور پھل نہیں ہوتا اور نہ ہر کنویں میں یوسفؑ جیسا معشوق ہوتا ہے اور نہ ہر پہاڑ پر روشنی والے موسیٰؑ ہوتے ہیں اور نہ ہر غار میں پیغمبر احمدؐ ہوتے ہیں نہ ہر دل میں مہربان دوست کی یاد ہوتی ہے اور نہ ہر جان میں محبوب کی محبت ہوتی ہے۔ وہ دل کہ جس میں اللہ کی یاد ہوتی ہے وہ معصوم کی حفاظت (۱۹) کے لئے اچھا سلوک (۲۰) اور اس کی بے حالی (۲۱) (کے موقع پر) اس کی حمایت کرتا ہے وہ جان جس میں جانان (محبوب) کی محبت ہوتی ہے وہ ظاہر کے سمندر میں روشنی میں ڈوبی ہوئی ہوتی ہے۔

اینست کہ آن عزیز روزگار گفت "قلوب المشتاقین منورۃ بنور اللہ و اذا تحرک اشتیاقھم اضاء النور ما بین السماء و الارض، فیعرضھم اللہ علی الملائکۃ، فیقول ھٰؤلاء المشتاقون الی، اشھد کم انّی الیھم اشوق، و قیل من اشتیاق الی اللہ اشتیاق الیہ کل شیئی قال بعض المشائخ انا ادخل السوق و الاشیاء تشتاق الی و انا عن جمیعھا حرّ و اعجب من ھذا ما حکی عن محمد بن المبارک الصوری، قال کنت مع ابراہیم بن ادھم فی طریق بیت المقدس فنزلنا وقت القیلولۃ تحت شجرۃ رمانۃ فصلینا رکعات فسمعت صوتاً من اصل الرمانۃ یا ابا اسحاق، اکرمنا بان تاکل مناشیئاً فقلت یا اباسحاق بسمعت، فقام و اخذ رمانتین، فاکل واحدۃ و ناولنی الاخری، فاکلتھا وھی حامضۃ کانت شجرۃ قصیرۃ فلما رجعنا مررنا بھا، فاذا ھی شجرۃ عالیۃ و رمانھا حلو و ھی تثمر فی کل مرتین، و سموھا رمان العابدین دبائوی الی ظلہ العابدون"

یہی وجہ ہے کہ اس محبوب خلائق (۲۲) نے کہا "مشتاقوں کے دل اللہ کے نور سے منور ہیں جب ان کا اشتیاق متحرک ہوتا ہے تو وہ زمین اور آسمان کے مابین تمام چیزوں کو نور سے بھر دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ انہیں فرشتوں کے سامنے پیش کرتا ہے اور کہتا ہے یہ لوگ میرے مشتاق ہیں میں تمہیں اس بات پر گواہ بناتا ہوں کہ میں بھی ان کا زیادہ مشتاق ہوں کہا گیا ہے: جو شخص اللہ کا مشتاق ہوتا ہے ہر چیز اس کی مشتاق ہوتی ہے۔ بعض مشائخ فرماتے ہیں میں بازار جاتا ہوں تو چیزیں میری طرف مشتاقانہ دیکھتی ہیں جب کہ میں ان سب سے آزاد ہوں۔ اس سے زیادہ حیرت انگیز وہ حکایت ہے جو محمد بن المبارک صوری سے منقول ہے فرماتے ہیں میں ابراہیم بن ادھم کے ہمراہ بیت المقدس کی طرف عازم سفر تھا قیلولہ کے وقت ایک انار کے درخت کے نیچے اترے ہم نے چند رکعتیں نماز ادا کی میں نے اس درخت کی جڑ میں سے ایک آواز سنی اے ابو اسحاق ہمارے پھلوں میں سے کچھ کھا کر ہمیں شرف بخشئے ابراہیم نے سر جھکا لیا تین مرتبہ ایسی ہی آواز آئی پھر اس آواز نے مجھے مخاطب کیا اے محمد ان سے سفارش کر دیجئے کہ ہمارے پھلوں میں سے کچھ کھا لیں میں نے کہا

اے ابو اسحاق آپ نے سن لیا؟ انہوں نے اٹھ کر دو انار توڑے ایک خود کھایا دوسرا مجھے دیا جسے میں نے کھالیا۔ وہ درخت چھوٹا سا تھا اور اس کا پھل کھٹا تھا۔ سفر سے واپسی پر ہم وہاں سے گذرے اس وقت وہ درخت بہت بڑا ہو چکا تھا اور اس کا پھل میٹھا ہو گیا تھا اور وہ سال میں دو بار پھل دیتا تھا۔ اس علاقے کے لوگوں نے اس کا نام رمان العابدین (عبادت گزاروں کا انار) رکھ دیا تھا اس کے سائے میں عبادت گزار آرام کرتے تھے"۔

میبدی کی درج بالا تیسری نوبت جن آیتوں کی "عارفانہ" تفسیر ہے ان کا ترجمہ اور انہی کی خود میبدی کی تحریر کردہ تفسیر گذشتہ صفحات میں نقل کی جا چکی ہے۔ ان دونوں نوبتوں کو غور سے پڑھنے اور دماغ سوزی کرنے کے باوجود اس تیسری نوبت کو گذشتہ دونوں نوبتوں کا "عارفانہ" تکملہ قرار دینا ہمارے لئے دشوار ہی نہیں ناممکن ہے۔ اس تیسری نوبت میں چاہے جتنے اعلیٰ بلکہ اعلیٰ ترین عارفانہ نکات کیوں نہ بیان کئے گئے ہوں اس کو پہلی نوبت میں درج کلام پاک کی آیتوں کی تفسیر قرار دینا ہمارے نزدیک قرآن پاک کے ساتھ انصاف نہیں ہے۔ افسوس ہے کہ چھٹی صدی ہجری سے لے کر آج یعنی پندرہویں صدی ہجری کے ربع اول تک جو صاحب قلم بھی کشف الاسرار پر قلم اٹھاتا ہے وہ میبدی کی تحریر کردہ تیسری نوبت کو دنیائے تفسیر کا شاہکار قرار دیتا ہے مگر اس بات پر غور کرنے کی زحمت گوارہ نہیں کرتا کہ اس تیسری نوبت میں جو عارفانہ تفسیر ارقام فرمائی جارہی ہے اس کا کلام پاک کے متن سے کوئی تعلق ہے بھی یا نہیں؟

اس سرسری مطالعہ کے بعد یہ بات مزید تشنۂ ثبوت ہو جاتی ہے کہ اس تفسیر کا خواجہ عبداللہ انصاری کی گم شدہ تفسیر سے کوئی تعلق ہے۔ اس کی پہلی نوبت کو خواجہ عبداللہ انصاری سے نسبت نہیں دی جاسکتی کیونکہ یہ کلام پاک کی آیتوں کا مجرد ترجمہ ہے تفسیر نہیں۔ دوسری نوبت کو بھی خواجہ عبداللہ انصاری سے منسوب کرنا محال ہے کیونکہ اس میں اطناب ہی اطناب ہے ایجاز کا کہیں گذر نہیں ہاں تیسری نوبت کے بارے میں یہ کہا جاسکتا ہے کہ اس میں خواجہ عبداللہ انصاری کے فرمودات کا کہیں نہ کہیں ہلکا سا عکس بھی ہو سکتا ہے مگر سوال یہ باقی رہتا ہے کہ اس تیسری نوبت و تفسیر کے زمرے میں شمار کیا بھی جاسکتا ہے یا نہیں؟ ان حقائق کو مد نظر رکھتے ہوئے اگر کشف الاسرار کو خواجہ عبداللہ انصاری سے کوئی نسبت خفی بھی نہ دی جائے تو بہتر ہے ہم سے پہلے کے لوگوں نے ایسا کیوں کیا تھا اس کا جواب اب دینا ممکن نہیں ہے اس لئے خاموشی اولیٰ۔ اس مثال سے اس بات کا بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ "عارفانہ تفسیر" کیا اور کیسی ہوتی ہے اور اس میں کن کن موضوعات کو کس حد تک اپنے اندر سمو لینے کی طاقت و قوت پوشیدہ ہوتی ہے۔ عارفانہ تفسیر کا جذب وانجذاب جب اپنے نقطہ عروج پر پہنچتا ہے تو نہ تو عارفانہ نکات باقی رہتے ہیں نہ تفسیر یہ دونوں چیزیں ایک دوسرے میں مدغم ہو کر ایک ایسی نئی چیز میں تبدیل ہو جاتی ہیں جس کو ابھی تک کوئی نام نہیں دیا جاسکا ہے شاید صدیوں بعد کے لوگ اس کو کوئی نام دے سکیں۔

حوالہ جات

۱) نثر البرز' چاپ اول' ۱۳۶۹ھ ش ص ۲۷۳ ۲) پیش گفتار' ص ۲

۳) میں مولانا رضی الاسلام ندوی اور مولانا محمد اسلام عمری کا شکر گزار ہوں جنھوں نے عربی اقتباسات کے ترجمے کئے ہیں۔

۴) ہزار سال تفسیر فارسی ص' ۲۷۳

۵) صرف اردو ترجمہ درج کیا جارہا ہے۔ کلام اللہ کے الفاظ دوبارہ نقل نہیں کیے جارہے ہیں۔

۶) مفسر نے ان کا ترجمہ نہیں کیا ہے۔

۷) تنگی کے معنی پریشانی بھی ہے۔ ویسے جناح کی وجہ سے یہاں لفظ ''گناہ'' مناسب ہوتا۔

۸) کن لوگوں کا قول ہے یہ نہیں بتایا گیا۔

۹) درع' مردانہ کوٹ کے لئے بھی مستعمل ہے اور قدیم زمانے کی خواتین کی قمیض کے لئے بھی استعمال ہوتا ہے۔

۱۰) برکت کے ایک معنی حمد و ثنا اور توصیف کے بھی ہیں ۱۱) فترت' وہ زمانہ جو دو پیغمبروں کے درمیان کا زمانہ ہو۔

۱۲) یہاں لفظ ''حرج'' ہے جس کے ایک معنی گناہ کے بھی ہیں۔

۱۳) اصل فارسی متن میں جناح کا ترجمہ تنگی کیا گیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس زمانے میں تنگی کا لفظ گناہ کے لئے مستعمل تھا۔ ہم نے اس لفظ کا ترجمہ صرف گناہ ہی نہیں کیا ہے۔ موقع و محل کی مناسبت سے پریشانی بھی کیا ہے۔

۱۴) سپاس داری کردن to retrun thanks' اسٹنگاز ص ۶۵۰

۱۵) پاداش کے معنی Reward کے بھی ہیں۔ اردو میں عام طور سے یہ لفظ سزا کے معنوں میں بولا جاتا ہے جزا یا انعام کے بارے میں نہیں۔ اسٹنگاز (ص ۲۲۹) میں پاداش کے معنی ساتھی درج ہیں اور پاداش (پ اداش ن) کے معنی retribution (good or bad, reprisls, reward, revenge) لکھے گئے ہیں۔ یہی معنی پاداشت کے بھی ہیں۔

۱۶) یعنی حصول دنیا کے برابر ہو۔ ۱۷) مفسروں کا نام نہیں بتایا گیا۔

۱۸) ترجمہ تفسیر طبری اور ''بخشی از تفسیر کہن'' کے تفصیلی مطالعے کے لئے میری کتاب ''ایران کی چند اہم فارسی تفسیریں'' ج اول مطبوعہ انجمن فارسی دھلی ملاحظہ ہو۔

۱۹) کنف' حفاظت کرنا' مدد کرنا' نیابت کے معنی میں ہے۔ ۲۰) ''رعایت'' کے ایک معنی اچھے سلوک کے بھی ہیں۔

۲۱) خدر (خ پر زبر) بے حالی' رات کی تاریکی' بارش وغیرہ۔

۲۲) بقول پروفیسر نذیر احمد صاحب ''آن جوان مرد'' سنائی کی طرف اشارہ ہے اور یہ اشارہ کس کی طرف ہے معلوم نہیں۔